

1985ء کا لیکشن ملک کے حوالے سے حد درجہ اہمیت رکھتا ہے۔ یہ 28 فروری کو منعقد ہوئے، یہ چنان غیر جماعتی بنیادوں پر ہوئے۔ ضیاء الحق کی مگر انی میں ہونے والے ان انتخابات کو شفاف قرار دینا مشکل ہے۔ پہلپزپارٹی نے MRD کے پلیٹ فارم سے اس کی بھرپور مخالفت کی۔ اس لیکشن کے نتائج نے پاکستان خصوصاً پنجاب کی سیاسی ترکیب بھیش کے لئے تبدیل کر دی۔ ان انتخابات نے ملک میں ایک ایسی سیاسی کلاس کو جنم دیا جس کا کوئی سیاسی نظریہ یا اصول نہ تھا۔ نظریاتی سیاست کی جگہ مذہبی انتہا پسندی، برادری ازم اور دولت کی نمائش نے لے لی۔ طالب علم کی دانست میں آج ملک جن مسائل کا شکار ہے، اس کی بنیادیں اسی لیکشن میں رکھی گئی تھیں۔ کئی افراد اور گھرانے سیاسی جدوجہد کے بغیر ایوان اقتدار تک پہنچ گئے۔ میرٹ کمیں گم ہو گیا، اقرباً پروری اور کرپشن سیاسی نظریہ بن گئی۔ ضیاء الحق دور میں ہونے والے اس لیکشن نے ملک کو اتنا نقصان پہنچایا جس کا تدارک آج تک نہیں ہوا۔ پنجاب میں نظریاتی سیاسی سوچ کو ختم کرنے کا کام سرانجام دیا گیا۔ مرکز میں بھی یہ کام، ضیاء الحق کی زیر نگرانی جاری رہا۔ اس دن سے لیکر آج تک ہم ایک ایسی راستے پر پیدل چل رہے ہیں جس کی کوئی منزل ہے اور نہ ہی کوئی رہبر۔

پہلپزپارٹی نے 1985ء کے لیکشن کا بایکاٹ کر کے بہت کچھ گنوایا۔ چنانچہ اس دن سے لے کر آج تک اس پارٹی نے لیکشن کا بایکاٹ کرنے کا بھی بھی فیصلہ نہیں کیا۔ لہذا نہ چاہتے ہوئے بھی میں پی ڈی ایم کی قیادت اور موجودہ حکومت کے متعلق گزارشات کرتا ہوں۔ پی ڈی ایم بھی کوئی نظریاتی اتحاد نہیں ہے۔ لفظوں اور اشاروں میں نکتہ چینی کرنے سے یہ اپنی کمزوری سب کے سامنے عیاں کر دیتے ہیں۔ پہلپزپارٹی چاہتے یا نہ چاہتے اس مژہمتی تحریک کا حصہ ہے۔ سندھ پر عرصہ دراز سے پہلپزپارٹی کی حکومت ہے، وہ کس طرح یہ کہہ سکتی ہے کہ ملک میں جمہوریت نہیں ہے۔ اگر 2018ء کا لیکشن وھاندی شدہ تھا، تو سندھ میں پہلپزپارٹی کی حکومت کیسے قائم ہو گئی۔ یہ کیسے مان لیا جائے کہ لیکشن کا سندھ میں نتیجہ بالکل درست ہے اور مرکز میں پہنچنے والی حکومت وھاندی زدہ ہے۔ یہی وہ جو ہری نکتہ ہے جو پہلپزپارٹی کیلئے بہت زیادہ عزت افزائی کا باعث نہیں بن رہا۔ بہر حال یہ سیاست ہے جس کا سب سے بڑا اصول ہے ہی یہی، کہ اس کا کوئی اصول نہیں۔ ہر فریق اپنے اپنے داؤ پر ہے۔

2008ء سے لیکر 2018ء تک، پہلپزپارٹی اور مسلم لیگ ن سیاست کے میدان کے کھلاڑی ہیں۔ ان کے مقابل کوئی تیسری سیاسی قوت موجود نہیں تھی۔ شاید ان دونوں سیاسی جماعتوں کو یقین ہی نہیں تھا کہ ان کے سامنے تیسری سیاسی قوت ابھرے گی۔ آج یہ دونوں سیاسی جماعتوں اسی مجھے سے دوچار ہیں کہ ان کے مقابل تیسری قوت کیسے اقتدار میں آگئی۔ انہیں سمجھ نہیں آرہی کہ ان کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اپوزیشن نے موجودہ حکومت کے ہر اقدام کو چیلنج کرنا شروع کر دیا۔ مولانا فضل الرحمن کے خاندان کے تمام اراکان تو لیکشن جیت گئے لیکن فضل الرحمن صاحب ہار گئے۔ اب پھر وہی سوال کہ یہ کیسے مان لیا جائے کہ لیکشن وھاندی زدہ تھے، اگر ایسا تھا تو ان کا صاحبزادہ کیسے جیت گیا۔ اے این پی بھی میدان سیاست سے باہر ہے۔ لہذا اسکے جذبات بھی تلخ ہیں۔ پنجاب میں مسلم لیگ ن کا ووٹ بینک موجود ہے۔ پارٹی صدر شہباز شریف مالی اڑامات پر قید میں ہے۔ شہباز شریف بخوبی جانتے ہیں کہ مسلم ن کی سیاست کا مستقبل صرف اور صرف مفاہمتی سیاست میں ہے۔ لہذا وہ مفاہمت پر زور دے رہے ہیں۔

ویسے بھی پاکستان میں سیاست ذاتی مفادات کا کھیل بن چکی ہے اور سب اپنے اپنے مفادات کو بچانے کی سیاست کر رہے ہیں۔ اس پر مزید کیا کہا جائے۔ ن لیگ کے قائد علاج کے لیے جب لندن گئے تو انہیں یقین تھا کہ ان کی صاحبزادی بھی لندن آجائیں گی کیونکہ مریم صاحبہ خانات پر جیل سے باہر ہیں۔ تمام تراختلافات کے باوجود ان کی خانات منسوخ کرنے کی تگ ودو نہیں کی گئی۔ حالانکہ قانونی ماہرین کی رائے ہے کہ خانات آسانی سے منسوخ کرائی جاسکتی ہے۔ پاکستان کے قانون میں سزا ایافت شخص کو ملک سے باہر جانے کا راستہ نہیں ہے۔ مریم نواز کے معاملے میں عمران خان ڈٹ گئے۔ انہیں علم ہے کہ اگر وہ مریم نواز کو لندن جانے کی اجازت دے دیتے ہیں تو احتساب کا بیانیہ زمین بوس ہو جائے گا۔ اجازت نہ دینا مکمل طور پر سیاسی عمل ہے، جس کا فائدہ بہر حال پیٹی آئی کی حکومت کا ہو رہا ہے۔

تحریک انصاف کی طرف آئیے۔ اس کی کارکردگی پر سوال اٹھائے جا رہے ہیں۔ پی ڈی ایم کے پلیٹ فارم سے ایک بیانیہ تسلی سے جاری ہے کہ یہ حکومت مکمل طور پر نااہل اور نکھلی ہے۔ مہنگائی کا بڑھنا اسکی دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ مہنگائی کا بڑھنا حد درجہ تشویشناک ہے۔ یہ بہر حال عمران خان کیلئے مسائل کھڑے کر رہی ہے۔ اس کا جواب صوبائی حکومتوں کو دینا چاہیے۔ جو فعل نظر نہیں آتیں۔ یہ معاملہ ایسا ہے جس پر تحریک انصاف کے اکثر لیڈر خاموشی اختیار کر لیتے ہیں۔ قصہ کوتاہ یہ کہ پی ڈی ایم میں شامل سیاسی جماعت ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ان کا سیاسی فلسفہ بھی ایک دوسرے سے متفاہد ہے۔ ان میں کوئی بھی لیڈر آنکھ بند کر کے دوسرے پر اعتماد کرنے کیلئے تیار نہیں۔ سب کا ہدف ایک ہی ہے، کسی نہ کسی طرح احتساب کا شکنجه توڑا جائے۔ مگر کچھ ہو نہیں پا رہا۔ دن بدن یہ اتحاد مسائل کا شکار ہوتا جا رہا ہے۔ یہ ایک بالکل فطری عمل ہے۔ پی ڈی ایم کا کمزور ہونا، تحریک انصاف کی سب سے بڑی سیاسی خوش تھمتی ہے۔ آنے والے وقت میں حکومت کیسے لوگوں کی زندگیوں کو آسان بناتی ہے، اسکے لیے سب سے بڑا عملی امتحان ہی ہے۔ میدان میں اب عمران خان کو بہت سوچ سمجھ کر فوری فیصلے کرنے چاہئیں۔